مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

# عالم اسلام کی موجودہ صورت حال

## مغربی سامراج کی واپسی کی غماز ہے

آج سارا عالم خاص طور سے عالم اسلام خطرناک دور سے گزر رہا ہے، اس خطرہ کے آثار ان عرب ممالک میں نظر آئے جہاں حالیہ برسوں میں عوامی انقلابات برپا ہوئے، لیکن آج حالات پھر ویسے ہی ہوگئے ہیں، جیسے کہ پہلے تھے اور پیمانے بدل گئے ہیں، ان انقلابات کا مقصد یہ تھا کہ اس ظالمانہ عسکری نظام حکومت سے آزادی حاصل کی جائے جس نے تمام تر آزادیوں کو چھین لیا تھا، خاص طور سے دینی آزادی کو سلب کرلیا تھا، اشتراکی ممالک میں دین اور دیندار حضرات کا مذاق اڑایا جارہا تھا، خصوصاً مصر، شام، تونس، یمن اور لیبیا میں دین اور علماء دین کا استہزاء عام ہوگیا تھا، دینی وسماجی اصلاح کا کام کرنے والوں کو جیلوں میں ڈال دیا گیا تھا، قیدخانوں میں ان کو وحشیانہ سزائیں دی جارہی تھیں اور ان کی ایک بڑی تعداد کاروان شہیداں میں شامل ہوگئی:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا (الاحزاب:۲۳)

”ان ہی ایمان والوں میں وہ لوگ بھی ہیں کہ انہوں نے جو عہد کیا وہ پورا کر دکھایا تو بعضوں نے اپنا ذمہ پورا کردیا اور بعض انتظار میں ہیں اور ذرا بھی نہیں بدلے“

جمہوریت اور حقوق انسانی کی پاسداری کا دعویٰ کرنے والے مغربی بلاک نے ظالمانہ فوجی نظام کو تسلیم کرلیا، اس نے نہ تو اس نظام کی کوئی مذمت کی اور نہ ہی اس کے مظالم سے پردہ ہٹانے کیلئے کوئی اقدام کیا، چہ جائے کہ وہ اس نظام کو تبدیل کرنے کی کوئی زحمت گوارہ کرتا، چنانچہ جب ان ممالک میں انقلابات ہوئے اور آزادی کا اعلان کیا گیا اور موجودہ حالات میں اپنا کردار ادا کرنے کیلئے مظلوم اسلامی

عنصر سامنے آیا، تو اس مغربی بلاک میں ہلچل مچ گئی، جس نے سابقہ فوجی نظام کو تسلیم کیا تھا بلکہ اس کی حمایت کرتے ہوئے الیکشن کے جھوٹے نتائج کو قبول کرلیا، اور ان ممالک کی صورتحال کو ایک نئی روش پر لانے کیلئے وہاں دخل اندازی شروع کردی اور حالات ایک بار پھر ویسے بنا دیے گئے جیسا کہ پہلے تھے اور جو لوگ ابھی قید و بند سے آزادی حاصل کر پائے تھے وہ پھر دوبارہ پس زنداں ڈال دیے گئے اور سینکڑوں موت کی گھاٹ اتار دیے گئے، ان کا جرم صرف یہ تھا کہ انہوں نے ظالمانہ نظام کے سقوط کے بعد حالات سے فائدہ اٹھا کر ایک منصفانہ نظام حکومت قائم کرنے کی کوشش کی۔

شام وعراق میں مختلف قسم کے واقعات سامنے آئے اور شام میں تو قتل و غارت گری اور لہوارزانی کا بازار گرم تھا اور یہ تمام کارروائیاں اور سازشیں ان افراد کو انجام کار تک پہنچانے کیلئے ہو رہی تھیں، جو ملک میں ہونے والی جنگ سے گریز کر رہے تھے، شام تو اشتراکی اور فوجی نظام کی مدد کرنے والے ملک روس کے زیر نگیں تھا اور روس برابر اس فوجی نظام کی پشت پناہی کر رہا ہے اور وہ بحران کا حل پیش کرنے والی تمام کوششوں کو ناکام بنا رہا ہے، اس وقت بھی مغربی ممالک نے انسانیت کی لہوارزانی کے خلاف کوئی آواز نہیں اٹھائی، صدام کو سولی دیئے جانے کے بعد عراق میں امریکہ کی ماتحتی میں ایک ایسا نظام حکومت وجود میں آیا جو اپنے سامنے سر تسلیم خم نہ کرنے والوں کو بدستور موت کے گھاٹ اتارتا رہا، اور امریکہ کی پشت پناہی میں قائم ہونے والی حکومت عراقی قوم کے ایک خاص طبقہ کو نشانہ بناتی رہی اور پورے ملک میں آئے دن قتل و غارت گری اور خون خرابہ کے واقعات رونما ہوتے رہے، جن کی زد میں مسلسل یہی خاص طبقہ آتا رہا۔

امریکی تسلط کا تقاضہ یہ تھا کہ ملک میں امن و امان قائم ہو جائے اور بغیر کسی مذہبی، لسانی، قومی اور علاقائی تفریق کے سب کے ساتھ عدل و انصاف کا معاملہ کیا جائے، لیکن وہ ایسا نظام قائم کرنے میں ناکام رہا، کیونکہ حالات نے ایک نیا رخ اختیار کرلیا، کہ وہ عناصر جو طویل عرصہ سے کچلے جا رہے تھے، انہوں نے حالات سے فائدہ اٹھا کر ایسا محاذ قائم کیا جس نے خلافت اسلامیہ کے قیام کا اعلان کر دیا، چنانچہ اس میں عراق و شام کے جنگجو شامل ہوتے گئے اور پر تشدد کارروائیاں کر کے لوگوں کو اپنا ہم نوا بننے پر مجبور کیا، میڈیا نے ان کارروائیوں کے بعض ایسے ہولناک اور دل ہلا دینے والے مناظر پیش کیے کہ جس کو دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہو گئے اور ساری دنیا نے اس پر اپنے ردعمل کا اظہار کیا، علماء نے ایسی

کارروائیوں کو اسلامی تعلیمات کے خلاف قرار دیا اور کہا کہ اسلام میں شدت پسندی اور دہشت گردی کی کوئی گنجائش نہیں، چنانچہ امریکا اور اس کے حلیف ممالک اسلام کی طرف منسوب اس محاذ کا استحصال شروع کر دیا اور جب اس محاذ نے اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرتے ہوئے اسلامی خلافت کی داغ بیل ڈالنے کا ارادہ ظاہر کیا، تو امریکہ نے فوجی مداخلت کا فیصلہ کر لیا اور اس خطرہ کو ختم کرنے کے لیے جنگی جہاز روانہ کر دیے، امریکی صدر باراک اوباما نے اپنے ایک بیان میں جس کو رائٹر نے شائع کیا تھا، ''عراقیوں کو ایک ایسی حکومت کی تشکیل پر ابارا، جو مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھتی ہو، تاکہ وہ انتہا پسندوں کا متحد ہو کر مقابلہ کریں اور ہر وقت احتیاط سے کام لیں کیونکہ بھیڑیا دروازہ تک پہنچ چکا ہے اور تن تنہا امریکی فضائی حملے اس کے لیے کافی نہیں''۔

باراک اوباما نے وائٹ ہاؤس میں صحافیوں کے ساتھ پریس کانفرنس کرتے ہوئے یہ عہد لیا کہ وہ عراق میں امریکی فوج کی توسیع کیلئے حتی الامکان کوشش کریں گے تاکہ داعش کے انتہا پسندوں کو روکا جاسکے اور یہ صرف عراق ہی کیلئے خطرہ کا باعث نہیں بلکہ پورے خطے کیلئے خطرناک ثابت ہو رہے ہیں۔

اس میں برطانیہ بھی امریکہ کا ہم خیال ہو گیا اور اس نے نام نہاد اسلامی انتہا پسندی پر اپنے خدشات کا اظہار کیا، چنانچہ برطانوی وزیرِاعظم ڈیوڈ کیمرون نے اپنے ایک بیان میں امریکی صدر براک اوباما کی تائید کی اور ستم یہ کہ انہوں نے ان تمام مصائب و آلام سے تجاہل عارفانہ برتا، جن سے دنیا کے مختلف خطوں میں مسلم اقلیتیں دوچار ہیں۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ امریکہ و برطانیہ دونوں ہی دنیا کے دیگر ممالک خاص طور سے انگولا، برما، فلپائن، تھائی لینڈ اور سری لنکا وغیرہ میں مسلمانوں پر جو ظلم ستم کے پہاڑ توڑے گئے اور توڑے جارہے ہیں، ان دونوں ملکوں نے اس کے خلاف ذرا بھی لب کشائی کی جرات نہیں کی، حالانکہ ذرائع ابلاغ میں اس کی تفصیلات آتی رہتی ہیں۔

یہ بیانات اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ معدنیات وقدرتی ذخائر سے لبریز عالم اسلام میں امریکی دیورپی دخل اندازی یقینی ہے اور وہاں ان ممالک کا قبضہ ہو گا جس کی وجہ سے سامراجی نظام پھر قائم ہو جائے گا، اس کا اصل محرک یہ ہے کہ مغربی ممالک کا اقتصادی نظام زوال پذیر ہے، افلاس وغربت کا دور دورہ ہے، اندرونی امن وسکون غارت ہو چکا ہے، اور عام بے روزگاری کا ماحول بن گیا ہے، لہٰذا

اب اس کا سیدھا نشانہ عالم اسلام ہے، اب اگر سامراجی ممالک عالم اسلام پر حملہ کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں، تو اسلامی ممالک سے سامراجیت کا خاتمہ ممکن نہیں ہوگا، بلکہ مداخلت کے جواز پیدا کر کے سامراج دنیا کے دیگر ممالک میں داخل ہو جائیگا، اس مقصد کے لیے خواہ امن وامان کی فضا کو درہم برہم کرنا پڑے، یا پھر قوموں کے درمیان انتشار و خلفشار، ملکوں میں خانہ جنگی کے حالات یا مختلف دھڑوں میں اختلافات اور ٹکراؤ پیدا کرنا پڑے، اس سے دریغ نہیں کریں گے، موجودہ حالات اس کے غماز ہیں۔

سامراج ساتویں صدی کے نصف میں مصر سے شروع ہوا، پھر اس کا دائرہ وسیع ہوتے ہوئے ایشیائی ممالک تک پہنچ گیا، مغربی سامراج کے مقصد کو اس وصیت نامہ سے سمجھا جا سکتا ہے جس کو سامراج کی دستاویز کہا جاتا ہے، یہ وصیت نامہ ۱۵ مارچ ۱۶۷۶ء کو جرمن مفکر لیبنز leibniz (۱۹۴۶ء۔ ۱۷۱۶ء) نے لوئی چہاردہم (louisXIV) کو روانہ کیا تھا، اس وقت فرانس طاقتور ملک تھا اور جرمنی سے اس کی کشمکش تھی، جرمن مفکر نے ۱۶۷۶ء میں پیرس جا کر لوئی چہاردہم کو جرمنی کے بجائے مصر پر حملہ کے فوائد سمجھائے۔

”میں آپ کی توجہ ایک پلان کی طرف متوجہ کرانا چاہتا ہوں، یہ مصر پر حملہ اور قبضہ کا پلان ہے، مصر کے علاوہ دنیا میں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جس پر قبضہ کرنے سے پورے عالم پر قبضہ کیا جا سکتا ہو اور ساری دنیا کی تجارت اپنے قبضہ میں آسکتی ہو، یہ کثیر آبادی اور زرخیز زمین والا ملک ہے، جس کی مثال ملنا مشکل ہے، یہ قدیم زمانہ میں علم وتمدن کا مرکز رہا ہے اور خدا کی نعمتوں کا حامل، لیکن اب یہ مسلمانوں کے قبضہ میں ہے، جو ہمارے دشمن ہیں، یہ کیوں مسیحیت سے محروم رہے؟ یہ ایشیا اور افریقہ کے درمیان پل کی حیثیت رکھتا ہے، اس کے ذریعہ ہم ایشیا اور افریقہ پر قبضہ کر سکتے ہیں، یہ بحر احمر Red Sea اور بحر ابیض Mediterranean Sea کے درمیان حائل ہے، پورے مشرق تک پہنچنے کا راستہ ہے، آپ کیلئے مصر پر قبضہ آسان ہے، قسطنطنیہ پر ترکوں کا قبضہ ہے، لیکن اگر مصر پر ہنگامی حملہ کیا جائے تو خلافت عثمانیہ کے لیے اس کی مدد کرنا مشکل ہے، اس کے علاوہ مصر وسیع ریگستانی علاقوں سے گھرا ہوا ہے“۔ اس کے بعد روس و امریکہ نے مصر وشام اور عراق پر قبضہ کر لیا۔ اگر عالم اسلام خاص طور سے عالم عربی میں مسلمانوں میں آپسی انتشار وافتراق بڑھتا رہا، اختلافات اور جھگڑے جاری رہے، اور مذہبی، فکری، علمی اور قومی تعصب کی آگ بھڑکتی رہی تو وہ دن دور نہیں جب یہ پورا خطہ مغربی سامراج کے قبضہ میں ہوگا۔ (ترجمہ: شیخ زید احمد بارہ بنکوی)